بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اطاعت امام اور ہماری ذمہ داریاں

اسلام ایسا مذہب ہے جس کی بنیاد ہی اطاعت میں ہے۔ اور اس بات کی سب سے زبردست دلیل لفظ ''اسلام'' میں ہی پائی جاتی ہے کیونکہ اس کا مطلب ہے کسی کے آگے اپنی گردن جھکا دینا اور سرِ تسلیم خم کر لینا۔ یہی وہ مضمون ہے جو اطاعت میں پایا جاتا ہے۔ ہمارے پیارے آقا حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ تنگ دستی اور خوشحالی، حق تلفی اور ترجیحی سلوک غرض ہر حالت میں تیرے لئے حاکم وقت کے حکم کو سننا اور اس کی اطاعت کرنا فرض ہے۔

اسی طرح آپ نے اطاعت کی اہمیت کو ایک اور دفعہ ان الفاظ میں بیان فرمایا کہ اگر تم پر کوئی حبشی غلام امیر مقرر کیا جائے جس کا سر کشمش کے دانے جتنا ہو تو پھر بھی تمہارا فرض ہے کہ تم اس کی اطاعت کرو۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے۔

اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ

یعنی اے مومنو! تم اللہ کی اور اس کے رسول کی اور اُولواالامر لوگوں کی اطاعت کرو۔

اس چھوٹے سے ٹکڑے میں اللہ تعالیٰ نے اپنی، نبی کریم ﷺ، خلفاء اور حکمرانوں کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ایک اور جگہ کھول کر بیان کر دیا ہے کہ اگر تم اللہ کی رضا اور خوشنودی چاہتے ہو تو تم رسول کریم ﷺ کی اطاعت کرو اور آپ کے اسوہ کی پیروی کرو۔

اللہ تعالیٰ نے آخَرین میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مبعوث فرما کر خلافت کے نظام کو تا قیامت جاری فرما دیا۔ اس وقت ہم قدرتِ ثانیہ کے مظہرِ خامس کے بابرکت دور سے فیض یاب ہو رہے ہیں۔

ہم ہر موقعہ پر یہ عہد کرتے ہیں کہ ''ہر معرف امر'' میں ہم امامِ وقت کی اطاعت کریں گے۔ گویا دوسرے لفظوں میں ہم اقرار کر رہے ہوتے ہیں کہ خلیفۂ وقت کی زبان سے جو بھی امر نکلے گا ہم اس کی پابندی کرنی ضروری سمجھیں گے خواہ اس کے لئے ہمیں جان، مال، نفس اور عزت کی قربانی دینی پڑے۔

اِمام کی اطاعت میں ہی ہر قسم کی بھلائی مُضمِر ہے۔ اس امر کو ہم نہیں بُھلا سکتے کہ غزوۂ احد کے موقعہ پر جب نبی کریم ﷺ نے اپنے چند صحابہ کو ایک درّہ کی حفاظت پر مقرر فرماتے ہوئے یہ حکم دیا کہ اگر تم دیکھو کہ ہماری لاشوں کو گِدھ نوچ رہے ہیں تو پھر بھی تم لوگوں نے اس درّہ کو ہرگز نہیں چھوڑنا۔ لیکن انہوں نے جب حکم عدولی کی تو اس کا خمیازہ

بظاہر مسلمانوں کو ستر صحابہ کی شہادت اور نبی کریم ﷺ کے شدید زخمی ہونے کی صورت میں بُھگتنا پڑا۔

دیکھیں بظاہر یہ ایک چھوٹا سا واقعہ ہے لیکن اس میں ہمارے لئے ایک نہایت ہی گہرا سبق مُضمر ہے کہ امام کی پیروی میں ہی سراسر بھلائی ہے۔ اس لئے ہم سب پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ جب خلیفۂ وقت کے منہ سے کوئی حکم صادر ہو تو ہم فی الفور لبیک یا سیدی لبیک کہتے ہوئے اس پر عمل کرنے میں جُت جائیں۔ اگر ہم ایسا کریں گے تو ہماری زندگیوں میں ایک ایسا انقلاب برپا ہوگا جو ہماری فلاح کا باعث بن جائے گا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ احبابِ جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے ایک جگہ فرماتے ہیں:۔

''تم نے میرے ساتھ ایک تعلق پیدا کیا ہے اس کو وفاداری سے پورا کرو۔ تم مجھ سے اور میں تم سے چشم پوشی خدا کے فضل سے کرتا رہوں گا۔ تمہیں امر بالمعروف میں میری اطاعت اور فرمانبرداری کرنی ہوگی......

میں پھر کہتا ہوں اور پھر کہتا ہوں کہ امر معروف میں میری خلاف ورزی نہ کرنا۔ اگر اطاعت اور فرمانبرداری سے کام لو گے اور اس عہد کو مضبوط کرو گے تو یاد رکھو کہ اللہ کا فضل دستگیری کرے گا اور ہماری متحد دعائیں کامیاب ہوں گی۔''

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اِمامِ وقت کے ہر معروف حکم کی سچی اور کامل اطاعت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اطاعت امام اور ہماری ذمہ داریاں

اطاعت کے معنی محض فرمانبرداری نہیں بلکہ ایسی فرمانبرداری کے ہیں جو بشاشتِ قلب کے ساتھ کی جائے اور اس میں نفس کی مرضی اور پسندیدگی بھی پائی جاتی ہو۔اس مضمون کو نبی کریم ﷺ نے ایک حدیث میں اس طرح سے بیان فرمایا ہے کہ ہر مسلمان مرد اور عورت پر اطاعت فرض ہے۔ جو حکم اُسے دیا گیا وہ خواہ اُسے پسند ہو یا ناپسند۔ سوائے اس کے کہ اُسے کسی نافرمانی کا حکم دیا جائے۔ پس اگر اسے کسی نافرمانی کا حکم دیا جائے تو اس صورت میں اُس پر نہ سننا فرض ہے اور نہ اس امر کی اطاعت کرنا فرض ہے۔

اسی طرح ایک اور موقعہ پر آپ ﷺ نے فرمایا تنگدستی اور خوشحالی، خوشی اور ناخوشی، حق تلفی اور ترجیحی سلوک غرض ہر حالت میں تیرے لئے اطاعت کرنا واجب ہے۔

آنحضرت ﷺ نے ایک اور جگہ اطاعت کی اہمیت کو ان الفاظ سے بیان فرمایا ہے کہ سنو اور اطاعت کو اپنا شعار بناؤ خواہ ایک حبشی غلام جس کا سر کشمش کے دانے جتنا ہو تمہارا افسر مقرر کر دیا جائے یعنی جو بھی افسر ہو اور جیسا بھی ہو اس کی اطاعت کرو۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں اطاعت کی اہمیت کو ان الفاظ سے بیان کیا ہے کہ اے مومنو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے حکام کی بھی۔

اطاعت کا اصل حق کیا ہے اور اصل اطاعت کسے کہتے ہیں اس کو بیان کرنے کے لئے میں صحابہ نبی کریم ﷺ کا ایک واقعہ آپ کے سامنے بیان کرتی ہوں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کس حد تک نبی کریم ﷺ کے احکام کی پیروی کے لئے ہر دم تیار رہتے تھے۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ جو رسول کریم ﷺ کے خادم تھے اور مدینہ کے رہنے والے تھے۔ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت ابوطلحہؓ کے مکان پر شراب کی مجلس لگی ہوئی تھی اور بہت سے دوست جمع تھے۔ میں شراب پلا رہا تھا۔ دَور پر دَور چل رہا تھا۔ اور نشہ کی وجہ سے ان کے سر جھکنے لگے تھے کہ اتنے میں گلی میں کسی نے آواز دی کہ شراب حرام کی گئی ہے۔ بعض لوگوں نے کہا کہ اُٹھ کر دریافت کرو کہ یہ بات درست بھی ہے یا نہیں۔ مگر بعض دوسروں نے کہا کہ نہیں پہلے شراب بہا دو پھر دیکھا جائے گا اور مجھے حکم دیا کہ میں شراب کا برتن توڑ کر شراب بہا دوں۔ چنانچہ مَیں نے ایک سونٹا مار کر وہ گھڑا جس میں شراب تھی توڑ دیا اور اس کے بعد وہ لوگ کبھی شراب کے نزدیک نہیں گئے۔

یاد رہے کہ شراب کی عادت کو ترک کرنا بہت مشکل ہے۔عرب کے لوگ شراب کے رسیا تھے اور اگر کوئی اسے چھوڑنا بھی چاہے تو اتنی جلدی نہیں چھوڑ سکتا۔لیکن صحابہ کی حالت پر نظر کریں کہ نشے کی حالت کے طاری ہونے کے باوجود بھی انہوں نے صرف ایک آواز سن کر ہی شراب کے مٹکے بہا دیے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جہاں صحابہ کی بلند شان کا تذکرہ فرمایا ہے وہاں یہ بھی ذکر کیا ہے کہ وہ ایک ایسی قوم تھی جو رسول اللہ ﷺ کی اطاعت میں فنا شدہ تھی۔

اسی طرح کی اطاعت کا نمونہ آج بھی ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دہلی سے حضرت مولوی نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ کو بلوانے کا ارادہ کیا تو تار لکھنے والے نے immediate لکھ دیا یعنی بلا توقف آ جائیں۔ جب یہ تار قادیان پہنچا تو حضرت مولوی صاحب اپنے مطب میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اس خیال سے کہ حکم کی تعمیل میں دیر نہ ہو اُسی حالت میں فوراً اچل پڑے۔نہ گھر گئے، نہ لباس بدلا، نہ بستر لیا اور لُطف یہ ہے کہ ریل کا کرایہ بھی پاس نہ تھا۔گھر والوں کو پتہ چلا تو انہوں نے پیچھے سے ایک آدمی کے ہاتھ کمبل تو بھجوا دیا مگر خرچ بھجوانے کا انہیں بھی خیال نہ آیا اور ممکن ہے گھر میں اتنا روپیہ ہو بھی نہ۔لیکن اللہ تعالیٰ نے راستے میں ٹکٹ کے انتظام خود اپنی جناب سے کر دیے اور اس طرح حضرت مولوی صاحب فوراً حضرت اقدس علیہ السلام کی خدمت میں دہلی حاضر ہو گئے۔

یہ ہے اصل اطاعت۔اور یہی وہ نمونے ہیں جو آج بھی ہمارے لئے مشعلِ راہ ہیں۔اگر ہم نے اپنی زندگیوں میں کامیاب ہونا ہے اور خلافت کے فیض کو حاصل کر کے اپنی زندگیوں کو روشن کرنا ہے تو پھر ہمیں بھی وہی نمونہ دکھانا ہوگا جو ہمارے بزرگوں نے اطاعت کے میدان میں ہمارے لئے چھوڑا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے:۔

''اطاعت ایک ایسی چیز ہے کہ اگر سچے دل سے اختیار کی جائے تو دل میں ایک نور اور روح میں ایک لذت اور روشنی آتی ہے۔''

اسی طرح آپ ایک اور جگہ فرماتے ہیں:۔

''مجاہدات کی اس قدر ضرورت نہیں جس قدر اطاعت کی ضرورت ہے مگر ہاں یہ شرط ہے کہ سچی اطاعت ہو اور یہی ایک مشکل امر ہے۔''

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں امامِ وقت کی سچی اور کامل اطاعت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

بسم اللہ الرحمان الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ عبدہٖ المسیح الموعود

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ ھو الناصر

''لباس میں سادگی اور ہماری روایات''

دینی اور دنیاوی ہر دو پہلوں میں ہمیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ سے کامل راہنمائی ملتی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سادہ لباس زیب تن فرماتے تھے۔ اور حسبِ ضرورت اس میں پیوند وغیرہ لگا کر پہننے میں بھی عار محسوس نہیں کرتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نیا قمیص پہن کر نماز پڑھی۔ جس میں نقش ونگار تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوران نماز اس کے نقش ونگار پر ایک نظر فرمائی۔ جب سلام پھیرا تو فرمایا یہ قمیص ابوجہم کو واپس کر دو اور میرے لئے انبجان کی بنی ہوئی سادہ سی چادر منگوا دو۔ (بخاری)

آپ نے فراخی اور بادشاہی کا زمانہ بھی دیکھا مگر اپنی سادگی میں کوئی تغیر نہ آیا۔ کوئی بارگاہ نہیں بنوائی۔ کوئی شاہانہ لباس تیار نہ کروایا اور اسی حال میں خدا کے حضور حاضر ہو گئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا ایک دفعہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کھدر کی موٹی چادر اور تہہ بند نکال کر دکھائی اور بتایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بوقت وفات یہ کپڑے پہن رکھے تھے۔ (بخاری)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی گواہی بھی یہی ہے۔ فرماتے تھے:

''میں تو ایک سادہ سا انسان ہوں۔ عام لوگوں کی طرح کھاتا پیتا اور اٹھتا بیٹھتا ہوں۔''

اسی طرح اپنے صحابہ کو بھی یہ تلقین فرماتے تھے کہ ہمیشہ اپنے سے اوپر نظر نہ رکھو بلکہ اپنے سے کم تر کو دیکھو یہ اس بات کے زیادہ قریب ہے کہ اللہ کی نعمت کو حقیر نہ جانو اور شکر ادا کر سکو۔ (احمد بن حنبل)

صحابہ کرام دنیاوی عیش وعشرت سے کنارہ کش ہو چکے تھے۔ اور اپنے اوڑھنے بچھونے میں ایسا طرف محل اپنا چکے تھے کہ دنیا کی محبت ان پر ٹھنڈی ہو چکی تھی اور وہ آخرت کی راہوں کو سنوار رہے تھے۔ اور یہی ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے طریق پر سادہ لباس کو اپنائیں اور فاخرانہ لباس سے کنارہ کشی اختیار کریں

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ ایک متمول گھرانے سے تعلق رکھتے تھے اور ان کی پرورش ناز ونعم میں ہوئی تھی۔ اعلیٰ قسم کا لباس زیب تن فرماتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مکہ میں مصعب سے زیادہ کوئی حسین، خوش پوش، اور ناز ونعم میں پلا ہوا نہیں۔ لیکن جب اسلام قبول کیا تو ایسا ابتلاء آیا کہ ہر طرح کی آسائش اور کشائش جاتی رہی اور تکلفات سے بے بہر ہو گئے۔ یہاں تک ایک بار جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو جسم بھی پوری طرح ڈھکا ہوا نہیں تھا۔ اور صرف کھال کا ایک ٹکڑا زیب تن تھا۔ جس پر بھی کئی پیوند لگے ہوئے تھے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت مصعبؓ پر نظر پڑی تو فرمانے لگے الحمد للہ ان سب دنیا والوں کی حالت بدل جانی چاہیئے۔

(الاصابہ فی تفسیر الصحابہ فی ذخر مصعب بن عمیر)

یہ وہ جوان ہے جس سے زیادہ ناز ونعم میں پلا ہوا مکہ میں کوئی نہ تھا لیکن خدا اور رسول کی محبت نے اُسے ظاہری تکلفات سے بے نیاز کر کر رکھا ہے۔

حضرت سلمان فارسیؓ مدائن کے گورنر تھے مگر طرزِ معاشرت اور ظاہری لباس اس قدر سادہ تھا کہ ایک دفعہ ایک شخص نے بازار سے گھاس خریدا تو انہیں مزدور سمجھ کر گانٹھا ان کے سر پر رکھدی۔ جب کسی جاننے والے نے دیکھا تو کہا کہ یہ تو ہمارے امیر اور صحابی رسول ﷺ ہیں۔ تو اس پر وہ شخص سخت نادم ہوا اور معذرت چاہتے ہوئے گانٹھا اتارنے کے لئے لپکا تو حضرت سلمانؓ نے فرمایا ''نہیں اب تو تمہارے مکان پر پہنچ کر ہی اتاروں گا۔''

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد ذکر سلمان فارسی)

نمازِ عید کے لئے باہر جانے کی جب اجازت ہوئی تو بعض عورتوں کو چادر میسر نہ تھی۔ جن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے استفسار ہوا تو فرمایا کہ ایسی عورتوں کو دوسری عورتیں اپنی چادر اوڑھا دیں۔

(سنن ابن ماجہ کتاب الصلوۃ باب ماجاء فی خروج النساء فی العیدین)

شادی بیاہ کا موقع ایسا موقع ہے کہ جب ہر شخص چاہتا ہے کہ اس کے اچھے اور خوبصورت کپڑے ہوں مگر صحابیاتؓ کو دیکھیں کہ جب وہ دلہن بنتی ہیں تو مستعار جوڑا لیتی ہیں۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میرے پاس گاڑھے رنگ کی ایک کُرتی تھی شادی بیاہ میں جب کوئی عورت تیار کی جاتی تو وہ مجھ سے عاریۃً منگوا لیتی تھی۔

(بخاری کتاب الھبۃ)

سادہ معاشرت جب کسی معاشرے میں رواج پا جائے تو پھر چاہے کتنی ہی سادگی کیوں نہ ہو معیوب نہیں سمجھی جاتی۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی شادیوں میں اس کی جھلک ملتی ہے۔

ایک صحابی ایک عورت سے شادی کرنا چاہتے تھے۔ جب مہر کی بات ہوئی تو معلوم ہوا کہ ان کے پاس صرف ایک تہبند ہے۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر یہ مہر میں دے دیں تو ستر پوشی کس طرح کرو گے۔ پھر فرمایا کہ کچھ اور تلاش کرو اور اگر کچھ نہیں تو کم از کم لوہے کی ایک انگوٹھی ہی دے دو۔ مگر اس پر بھی صحابی کہنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ بھی نہیں ملتی۔ چنانچہ آپ نے قرآن مجید کی چند سورتیں سکھانا حق مہر مقرر کر کے نکاح پڑھا دیا۔

(ابوداؤد کتاب النکاح)

کیا آج کے معاشرے میں ہمیں یہ سادگی نظر آتی ہے؟ آج کل تو لوگ فیشن میں اور شادی بیاہ کے موقع پر اسراف میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی ٹھان رہے ہیں۔

یہ خیال کہ چونکہ غربت تھی اس لئے صحابہ کی یہ حالت تھی ہرگز درست نہیں کیونکہ بہت سے صحابہ ایسے تھے جن پر خدا تعالیٰ کا خاص فضل تھا اور ہر طرح کی دنیاوی نعمتوں سے مالا مال تھے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ ایک متمول اور امیر آدمی تھے لیکن طرز معاشرت بہت سادہ تھی۔ معمولی لباس زیب تن فرماتے اور سادہ غذا کھاتے تھے۔

(کنز العمال کتاب الفضائل فضائل الصدیقؓ)

حضرت عمرؓ جیسی عالی مرتبت ہستی کو دیکھیں کہ رات کو حاجت مند کی حاجت روائی کے لئے چکر لگاتے ہیں اور اپنا حال یہ ہے کہ رات کو چکر کے دوران ایک صحابی کے پاس جاتے ہیں اور پیوند شدہ قمیص اتار کر دیتے ہیں کہ اسے دھو کر اس کے پیوندوں کو ٹھیک کر دو۔ وہ صحابی نہ صرف اس قمیص کو دھو کر اس کے پیوند ٹھیک کرتے ہیں بلکہ ساتھ ایک قبطی قمیص سلائی کر کے دیتے ہیں لیکن جب حضرت عمرؓ اس قبطی قمیص کو چھوتے ہیں تو نرم محسوس کرتے ہیں۔ اس پر فرماتے ہیں۔ مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ میری قمیص اس قبطی قمیص کی نسبت زیادہ پسینہ کو جذب کرنے والی ہے۔

(کنز العمال کتاب الفضائل فضائل فاروق)

حضرت مصلح موعودؓ نے تحریک جدید کے 27 مطالبات جماعت کے سامنے پیش کئے تھے جن میں سے پہلا مطالبہ سادہ زندگی تھا۔ آپؓ فرماتے ہیں:

''ایک کھانا کھانے اور سادہ لباس پہننے میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اس طرح امارت اور غربت کا سوال جاتا رہتا ہے۔''

(الفضل 8 فروری 1936ء)

''نیز یہ کہ جب مشکلات کا وقت آئے تو نہ کمانے کی روک ہماری جماعت کی راہ میں حائل ہو اور نہ لباس کی روک تکلیف میں مبتلا کر سکے۔ بلکہ وہ یہ خیال کرے کہ اگر ہمیں وطن چھوڑنا پڑا ہے تو ہم پہلے ہی وطن چھوڑنے کے عادی ہیں اور اگر کھانے یا لباس میں دقتیں حائل ہیں تو ہم پہلے ہی تھوڑا کھانے اور سادہ لباس پہننے کے عادی ہیں۔ پس وہ خوشی اور دلیری سے مشکلات کا مقابلہ کریں گے۔ اور اپنے دل میں گھبراہٹ اور تکلیف محسوس نہیں کریں گے''

(الفضل 15 فروری 1936ء)

فرمایا:

''لباس کی سادگی نہایت ضروری چیز ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ لباس میں سادگی نہ ہونے کا ہی یہ نتیجہ ہے کہ امیروں اور غریبوں میں ایک بیّن فرق ہے۔''

خدا ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے نمونہ پر چلتے ہوئے لباس میں سادگی کو اپنانے والے ہوں۔ آمین

درس حدیث

متکبر ہرگز جنت میں داخل نہیں ہوگا

(مکرم محمد عثمان صاحب۔ گوجرانوالہ)

حضرت عبداللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا اور جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہوگا وہ آگ میں داخل نہ ہوگا۔‘‘

(سنن ابن ماجہ کتاب المقدمہ باب فی الایمان)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’میں سچ سچ کہتا ہوں کہ قیامت کے دن شرک کے بعد تکبر جیسی اور کوئی بلا نہیں ۔ یہ ایک ایسی بلا ہے جو دونوں جہاں میں انسان کو رسوا کرتی ہے۔ خدا تعالیٰ کا رحم ہر ایک موحد کا تدارک کرتا ہے مگر متکبر کا نہیں۔ شیطان بھی موحد ہونے کا دم مارتا تھا مگر چونکہ اس کے سر میں تکبر تھا اور آدم کو جو خدا تعالیٰ کی نظر میں پیارا تھا۔ جب اس نے توہین کی نظر سے دیکھا اور اس کی نکتہ چینی کی اس لئے وہ مارا گیا اور طوق لعنت اس کی گردن میں ڈالا گیا۔ سو پہلا گناہ جس سے ایک شخص ہمیشہ کیلئے ہلاک ہوا تکبر ہی تھا۔‘‘

(دافع الوساوس۔ روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 598)

پھر فرماتے ہیں:

’’اگر تمہارے کسی پہلو میں تکبر ہے یا ریا ہے یا خود پسندی ہے یا کسل ہے تو تم ایسی چیز نہیں ہو کہ قبول کے لائق ہو۔ ایسا نہ ہو کہ تم صرف چند باتوں کو لے کر اپنے تئیں دھوکہ دو کہ جو کچھ ہم نے کرنا تھا کرلیا ہے۔ کیونکہ خدا چاہتا ہے کہ تمہاری ہستی پر پورا پورا انقلاب آوے اور وہ تم سے ایک موت مانگتا ہے جس کے بعد وہ تمہیں زندہ کرے گا۔‘‘

(کشتی نوح۔ روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 12)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

’’تکبر آخر کار انسان کو خدا کے مقابل پر کھڑا کر دیتا ہے۔ جب خدا کا شریک بنانے والے کو اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ معاف نہیں کروں گا تو پھر جو خود خدائی کا دعویدار بن جائے اس کی کس طرح بخشش ہو سکتی ہے۔ یہ تکبر ہی تھا جس نے مختلف وقتوں میں فرعون صفت لوگوں کو پیدا کیا اور پھر ایسے فرعونوں کے انجام آپ نے پڑھے بھی اور اس زمانہ میں دیکھے بھی۔ تو یہ بڑا خوف کا مقام ہے۔ ہر احمدی کو ادنیٰ سے تکبر سے بھی بچنا چاہیے کیونکہ یہ پھر پھیلتے پھیلتے پوری طرح انسان کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ وارننگ دے دی ہے، واضح کر دیا ہے کہ یہ میری چادر ہے، میں رب العالمین ہوں، کبریائی میری ہے، اس کو تسلیم کرو، عاجزی دکھاؤ۔ اگر ان حدود سے باہر نکلنے کی کوشش کرو گے تو عذاب میں مبتلا کئے جاؤ گے۔ اگر رائی کے دانے کے برابر بھی تکبر ہے تو عذاب تمہارا مقدر ہے۔ لیکن ساتھ ہی یہ خوشخبری بھی دے دی کہ اگر ذرہ بھر بھی تمہارے اندر ایمان ہے تو مَیں تمہیں آگ کے عذاب سے بچالوں گا۔‘‘

(شرائط بیعت اور احمدی کی ذمہ داریاں ص 115-116)